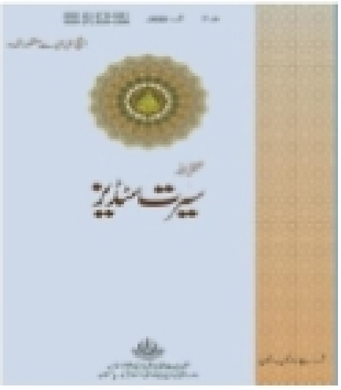

سیرت سٹڈیز Seerat Studies

E(ISSN): 2710-5261, P(ISSN): 2520-3398
Publisher: Department of Seerat Studies
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan
Website: https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jss
Vol.09 Issue: 09 (January – December 2024)
Date of Publication: 26-December 2024
HEC Category (July 2024-2025): Y

https://ojs.aiou.edu.pk/index.php/jss

Article	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رخ انور کے تاثرات کی معنویت
Authors & Affiliations	1. ***Prof. Dr. Saeed Ul rehman*** *Chairman, Department of Islamic Studies, University of Southern Punjab, Multan.* saeedurrehman@isp.edu.pk
Dates	***Received*** 14-04-2024 ***Accepted*** 15-07-2024 ***Published*** 26-12-2024
Citation	Prof. Dr. Saeed Ul Rehman, 2024. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رخ انور کے تاثرات کی معنویت [online] IRI - Islamic Research Index - Allama Iqbal Open University, Islamabad. Available at: https://iri.aiou.edu.pk [Accessed 26 December 2024].
Copyright Information	2024@ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے رخ انور کے تاثرات کی معنویت by Prof. Dr. Saeed Ul Rehman is licensed under Attribution-Share Alike 4.0 International
Publisher Information	Department of Seerat Studies, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan https://aiou.edu.pk/

Indexing & Abstracting Agencies

IRI(AIOU)	HJRS(HEC)	Tehqiqat	Asian Indexing	Research Bib	Atla Religion Database (Atla RDB)	Scientific Indexing Services (SIS)

رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے تاثرات کی معنویت

مقدمہ

مطالعہ سیرت النبی ﷺ ایک ایسا لازمی مضمون ہے جس کی ضرورت تفسیر سے لے کر تصوف تک تمام علوم میں مسلم ہے۔ علوم اسلامیہ کا کوئی بھی متخصص اس سے صحیح واقفیت کے بغیر اپنے اختصاصی شعبے میں درست خطوط پر تحقیق نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس موضوع کی یہی خوبی ہے کہ ہمیں وہاں سے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تعلیمات کا پورا ایک نمونہ ملتا ہے اور یہ امت مسلمہ کا ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ ان کے پاس محض نظری تعلیمات نہیں ہیں بلکہ ان کے پاس ایک مکمل نظامِ فکر و عمل ہے، جو عقیدہ و فکر، اخلاق و کردار، معاشرت و تمدن اور معیشت و سیاست سمیت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے اور یہ عملی نمونہ ہی در حقیقت ہمیں قرآن حکیم کی حقیقی تفسیر سے مربوط کر کے رکھتا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ عملی نمونہ محفوظ شکل میں نہ ہوتا تو قرآن حکیم کی صورت گری اس طرح کی جاتی جیسے انجیل، تورات اور دیگر مذہبی کتابوں نے موجودہ شکل اختیار کر لی ہے اور ہر ایک پڑھنے والا اس کو اپنے نقطہ نظر سے دیکھتا، اپنی خواہشات کے تابع ہو کر اس کو پڑھتا اور اپنی تفسیر کرتا۔ لیکن سیرت النبی ﷺ کا موضوع ایسے جہازی لنگر کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس سے امت کو مربوط کر دیا گیا ہے اور جو امت کی وحدت کا بنیادی ذریعہ ہے، سیرت مبارکہ کی متعدد جہات ہیں۔ ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کی تاثرات کا موضوع بنیادی طور پر تو شمائل کی کتابوں میں زیر بحث آتا ہے کہ صحابہ کرام نے کس قدر باریک بینی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا پورا نقشہ کھینچا ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخ انور کا مکمل خاکہ بھی سامنے آجاتا ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے کسی نے اپنے تخیل کے مطابق دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار جیسا تھا یعنی ان معنوں میں کہ تلوار کے اندر ایک چمک ہوتی ہے اور ساتھ ہی اس میں لمبائی کا تصور بھی ہے تو حضرت براء نے جواب میں اس کی نفی کی اور واضح کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور چاند جیسا تھا (1) یعنی آپ کا چہرہ ایک طرح کی گولائی لیے ہوئے تھا تاہم مکمل گول نہیں تھا اور چاند کی تشبیہ کا استعمال ان معنوں میں ہوا کہ رسول ﷺ کا رخ انور انتہا درجہ کا روشن اور حد درجہ پرکشش تھا، اس کو ملاحَتِ وجہہ بھی کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے تاثرات محض اس طرح کے تاثرات نہیں تھے جیسا کہ دنیا میں کسی بڑی شخصیت کے بارے میں تصور کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا" (2) سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا چہرہ مبارک آسمان کی طرف اٹھا کے دیکھنا بھی تشریعی

حیثیت اختیار کر گیاہے حالانکہ زبان مبارک سے آپ نے کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی ،اس جملہ کے بعد کی آیات میں اس "تقلُّبِ وَجہ" کے احکام و نتائج کاذکر کیا گیاہے کہ وہ قبلہ تمام عربوں کے لئے متعین کر دیا گیاہے،اسے تمام امت کے لیے مقرر کر دیا گیاہے،اسے حضر کی حالت میں طے کر دیا گیااوراسی طرح سفر کی صورت میں بھی وہی قبلہ ہے۔

اس سے رسول اللہ ﷺ کی چہرے کے تاثرات کی گہری معنویت اوراس کی تشریعی حیثیت کاعلم ہوتاہے۔ اس امر کی مزید وضاحت "سورہ عبس" کی ابتدائی دس آیات سے بھی ہوتی ہے کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے ناگوار تاثرات پر ہی پوری گفتگو کی گئ ہے۔ "عَبَس" رسول اللہ ﷺ کے چہرے کاایک غیر اختیاری تاثر تھا۔ آپ کے قلب مبارک میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کے حوالے سے کوئی ناگوار تاثر نہیں تھامگر جب کوئی کسی خصوصی مجلس میں کسی حوالے سے مشغول ہواوراس مجلس میں کوئی ایسا شخص آجائے کہ جس کااس سے کوئی تعلق نہ ہواور نہ اسے علم ہو کہ مجلس کس قسم کی ہے اور کیا گفتگو ہو رہی ہے اور کس قسم کے لوگ بیٹھے ہیں تو یہ فطری چیز ہے کہ صاحب مجلس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات آجاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک نشست میں قریش کے بعض نمایاں حضرات (عتبہ بن ربیعہ،ابوجہل بن ہشام،عباس بن عبدالمطلب وغیرہ) کواسلام کی دعوت دے رہے تھے۔اس دوران نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اگئے اور مجلس کی نوعیت سے ناواقفیت کے سبب اپنے لیے آپ سے رہنمائی کا تقاضا کرنے لگے تواس موقع پہ اپ کے چہرے پہ ناگواری کے تاثرات آئے اس پس منظر میں قرانی آیات کا نزول ہوا(3)جواس امر کی اہمیت کو اجاگر کرتاہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کے تاثرات کی ایک خاص راہنما حیثیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کے حوالے سے ایک معروف شعر ہے،

وأبيض يستسقي الغمام بوجهه

ثمال اليتامى عصمة للأرامل(4)

ترجمہ: وہ سفید رنگت کے ہیں جن کے چہرے کے صدقہ سے (اللہ سے) بارش کی التجا کی جاتی ہے وہی یتیموں کاسہارااور بیواؤں کے محافظ ہیں

یعنی قحط سالی میں آپ کے چہرہ مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگی جاتی ہے۔ یہ حضرت ابو طالب کے 80 اشعار پر مشتمل قصیدہ لامیہ کاایک شعر ہے۔اس شعر کاتذکرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے بھی ایک حدیث میں کیاہے(5) کہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد جب ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے آپ کاتذکرہ کیا گیاتو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور منبر پہ آپ ﷺ نے اللہ سے نزول بارش کی دعا کی جس کو "استسقاء" کہا جاتاہے، تو ابھی دعا کے الفاظ اداہوئے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت ہو گئی اور بادل آپس میں ملے اور بارش شروع ہو گئی

اور اور مدینہ منورہ کے تمام پرنالے بہہ پڑے، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ابو طالب آج ہوتے تو خوش ہوتے تو بعض صحابہ کرام نے کہا گویا آپ کا اشارہ ابو طالب کے مذکورہ شعر کی جانب ہے تو آپ نے اس کی تائید کی۔

اس شعر کا پس منظر بیان کرتے ہوئے جلہمہ بن عرفطہ کہتے ہیں کہ وہ قحط سالی کے زمانے میں مکہ آئے تو قریش نے اس موقع پر حضرت ابو طالب سے کہا: اے ابو طالب! وادی خشک ہے اور بچے بھوکے ہیں، لہٰذا آئیں اور بارش مانگیں تو وہ ایک ایسے بچہ (رسول اللہ ﷺ) کے ساتھ باہر نکلے جو اس ہلکی روشنی والے سورج کی مانند تھے جس سے سیاہ بادل ہٹ چکا ہو، اور ان کے ارد گرد دیگر نوجوان لڑکے تھے، تو ابو طالب نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کی پیٹھ کعبہ کے ساتھ ملا دی، اور ان کی انگلی سے اللہ کی پناہ طلب کی تو اس وقت تک آسمان میں ذرہ بھی بادل نہیں تھا، مگر ہوا یہ کہ ادھر ادھر سے بادل آ گئے، یہاں سے کہ وہ بادل بہت زیادہ برسے اور جس سے وادی بہہ نکلی اور اس سے صحرا اور مجلس پر رونق ہو گئے، اس موقع پر حضرت ابو طالب نے جو قصیدہ کہا، مذکورہ شعر اس کا ہے۔(6)

گویا رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی خصوصی نوعیت بعثت کے بعد نہیں بلکہ بعثت سے کہیں پہلے ہی مسلم تھی اور یہ حیثیت مکی اور مدنی زندگی کے دونوں ادوار میں ہی شہرت رکھتی ہے۔

یثرب میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہZ تورات کے بہت بڑے عالم کی حیثیت سے معروف تھے، جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب تشریف لائے تو اس وقت عبداللہ بن سلام ؓ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے علم کی بنیاد پر تجسس تھا کہ میں آپ کی شخصیت کو جا کر دیکھوں ، جب میں آپ کی مجلس کی طرف آیا تو دیگر لوگ بھی جوق در جوق آ رہے تھے تو جب میں پہنچا اور جوں ہی میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی

اَنَّ وَجْهَه لَيْسَ بِوَجْه كَذَّاب

(یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا)

اور اسی کے ساتھ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ جو گفتگو فرما رہے تھے، حضرت عبداللہ بن سلام نے وہ بھی ذکر کی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مدینہ تشریف آوری کے بعد کس قسم کا معاشرہ بنانا چاہتے ہیں۔ بالعموم حدیث نبوی کی اکثر تعلیمات کا مخاطب صرف فرد کو تصور کیا جاتا ہے جبکہ آپ کا مطمح نظر فرد کی تربیت کے ساتھ اعلیٰ اصولوں پر انسانی سماج کی تشکیل تھا، چنانچہ اس وقت آپ کی گفتگو کا مقصد ان اصولوں کی طرف متوجہ کرنا تھا جن پر آپ ریاست کی مدنی تشکیل کر رہے تھے، آپ نے فرمایا

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشوا السَّلامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا باللَّيْل وَالنَّاسُ نِيامٌ، تَدخُلُوا الجَنَّةَ بِسَلامٍ(7)

رسول اللہ ﷺ نے تین بنیادی باتوں کا ذکر فرمایا

(1) أفشوا السلام

عام طور پر اس ضمن میں صرف اس حد تک وضاحت کی جاتی ہے کہ السلام علیکم کہو یا سلام کو عام کرو، لیکن اگر اس لفظ پر غور کریں تو اس کا جامع تقاضہ ہے کہ ہم امن و سلامتی کو عام کریں، اس کا ماحول بنائیں اور اس کا سماج قائم کریں اور یہ جملہ اس دور کے یثرب کی تاریخ کے حوالے سے بڑی معنویت رکھتا ہے کیونکہ ایک ایسی جگہ میں جہاں انتشار، قبیلوں کی لڑائیاں اور افراد کے مابین باہمی تعلقات ٹوٹے ہوئے تھے، سب سے بڑی ضرورت قیام امن کی تھی تاکہ لوگوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہو جائے کہ وہ ایک دوسرے سے خوفزدہ رہنے کی بجائے اپنے آپ کو امن کے حالت میں پا کر اطمینان حاصل کریں ۔امن وامان آج بھی کسی بھی سوسائٹی کا سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ شمار ہوتا ہے، اور اگر کسی معاشرے میں امن و امان کی صورتحال مخدوش ہو تو وہاں دیگر شعبوں کی ترقی کے امکانات معدوم ہوتے ہیں اور سوسائٹی میں امن وامان کے قیام کی صورت میں ہی تعلیم کو فروغ ملتا ہے، معیشت ترقی کرتی ہے اور دیگر سماجی معاملات بخوبی انجام پذیر ہوتے ہیں۔

(2) أطعموا الطعام

ایک انفرادی تصور کے تحت اس جملے کے صرف اس قدر مفہوم پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ کسی ایک شخص کو ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا جائے۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے جس سماج کی بنیاد رکھی اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے لوگوں کی غربت کا خاتمہ یا اس میں کمی لانا تھا۔ اسی تناظر میں "مواخات" کا مطالعہ کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عملی نظام دے کر معاشی مسئلے کو بھی حل کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے مابین ایک بامعنی تنظیمی تشکیل کی کہ ایک طرف مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والا وہ شخص ہے جس کے پاس تجارت کا تجربہ ہے اور اور دوسری طرف مدینہ منورہ کا وہ شخص ہے جس کے پاس زراعت کا تجربہ ہے کہ جب یہ دونوں مل کر اپنا کام شروع کریں گے تو ایک بہتر نظام بنائیں گے کہ زراعت سے جو چیز حاصل ہو گی اس کی بہتر مارکیٹنگ اور تجارت کی جا سکے گی۔ اب یہ سارا منصوبہ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ کے ارشاد کی اجتماعی تعمیل سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے اس مشکل ماحول میں کوئی بھیک منگا نظر نہیں آتا، باوجودیکہ مکہ سے آنے والوں کی اکثریت ہجرت کے وقت خالی ہاتھ یثرب پہنچی تھی اور مقامی معیشت یہودی ساہوکاروں کے ہاتھ میں تھی جبکہ انصار کے پاس صرف اپنے چند باغات تھے۔ اس ماحول میں رسول اللہ ﷺ نے غربت کے مسئلے کو افرادی وسائل کی بہتر تنظیم اور عمدہ منصوبہ بندی کے ذریعہ حل کیا۔

(3) صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

یعنی رات کو جب لوگوں کی اکثریت محو استراحت ہو تو نماز تہجد کا اہتمام کیا جائے کہ وہ فکری اور قلبی تربیت کے لیے سب سے بہترین وقت ہے جیسا کہ سورہ مزمل میں رہنمائی کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں امور کی انجام دہی کا نتیجہ بتایا ہے کہ سلامتی کے ساتھ۔ جنت میں داخل جاؤ گے۔

گویا حضرت عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی زیارت سے سب سے پہلے سچائی کا ایک گہرا تاثر قبول کیا چنانچہ اس کے بعد کچھ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ ان کے دل میں اترتا چلا گیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے آپ ﷺ کے رخِ مبارک کی بنیادی حیثیت صحابہ کرام کے ہاں مسلم تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ ساتھ آپ کے رخ انور کے تاثرات کی معنویت کو بھی اساسی حیثیت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک مواقع پر اپنے رخ انور کے تاثرات کے ساتھ زبانی رہنمائی بھی دی مگر کچھ مقامات ایسے بھی تھے جہاں آپ نے کوئی جملہ ارشاد نہیں فرمایا مگر آپ کے تاثرات ہی رہنمائی کا کام دے گئے، مثلاً رسول اللہ ﷺ ایک موقع پر مدینہ میں نکلے تو آپ ﷺ نے ایک اونچا قبہ (قُبۃ مشرَفۃ) دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کس کا ہے ؟ تو آپ کو اس کے مکین مالک انصاری کا نام کا بتایا گیا، آپ نے خاموشی اختیار کی اور بات اپنے اندر ہی رکھی، کچھ ہی دیر میں وہ صاحب آ گئے اور اللہ کے رسول ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، کئی بار کی کوشش کے باوجود انہیں جب جواب نہ ملا تو ان کو آپ کی ناراضگی اور بے توجہی کا اندازہ ہو گیا تو انہوں نے موجود صحابہ سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو لا تعلق محسوس کر رہا ہوں تو انہوں نے واقعہ بتادیا کہ جب آپ ﷺ اپنے مقام سے اس طرف تشریف لائے تو اس قبہ پہ آپ کی نظر پڑی تو پوچھا یہ کس کا ہے تو ہم نے نام بتادیا۔ یہاں کمال تربیت کا نمونہ دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ سے مزید تصدیق کا انتظار کیے وہ صاحب آپ کے اس سوال کی منشا کو پا گئے اور آپ کی ناگواری کی وجہ ان کی سمجھ میں اگئی چنانچہ انہوں نے واپس جا کر اس کو منہدم کر دیا اور پھر جا کر آپ کو کوئی رپورٹ بھی نہیں کی۔ چند دنوں بعد اتفاق سے پھر اللہ کے رسول ﷺ کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ کو وہ قبہ نظر نہیں آیا تو اس کے بارے میں دریافت کیا چنانچہ آپ کو تمام صورتحال بتادی گئی کہ ان صاحب نے آپ کی بے توجہی کا شکوہ کیا تو ہم نے ان کو صورتحال بتادی تو انہوں نے اس کو منہدم کر دیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے رہنمائی دی کہ

إنّ كُل بناء وَبالٌ عَلٰى صَاحِبِهِ إلا مَا لَا ، إلا مَا لَا[8]

)کوئی بھی عمارت اس کے بنانے والے کے لئے وبال ہے سوائے اس کے جو اس کی ضرورت ہے)

یعنی وہ عمارت بنانا انسان کی ضرورت ہے، جس کا مقصد انسان کی جان، مال، عزت و آبرو اور نجی زندگی کا تحفظ ہو، جس کے ذریعے اس نے اپنے آپ کو گرمی اور سردی کے موسمی اثرات سے محفوظ رکھنا ہو یا جس عمارت سے مقصود اجتماعی مفادات کی حفاظت ہو لیکن بلا مقصد عمارت کی تعمیر اور نمود و نمائش اور تفاخر کی نیت سے اور طبقاتی کلچر کے علامت کے طور پر کی جانے والی تعمیرات ذاتی اور سماجی وبال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ لائق غور امر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے محض تاثرات پر ہی ایک صحابی کا اتنا بڑا اقدم اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ تاثرات نبوی بھی اپنے اندر ایک گونہ تشریعی حیثیت رکھتے ہیں کہ صحابی رسول نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا کہ مدینہ کی سب سے نمایاں عمارت کو بغیر کسی حکم

کے مسمار کر دیا۔ اسی بنیاد پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسا طرز معاشرت جس کے نتیجے میں سوسائٹی میں بہت زیادہ اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے وہ معاشرت ناپسندیدہ ہے اور اس کا خاتمہ شرعاً مطلوب ہے خواہ وہ جائز وسائل سے ہی وجود میں کیوں نہ آئے کیونکہ جس انداز معاشرت کے نتیجے میں سوسائٹی میں بہت زیادہ اونچ نیچ پیدا ہوتی ہے وہ معاشرت کسی طور پسندیدہ نہیں خواہ وہ جائز وسائل پر مبنی ہو، کیونکہ جس طرزِ زندگی سے سماج میں لوگوں کے اندر کوئی ایسا جذبہ پیدا ہو کہ جوان میں باہم حسد کو فروغ دے، غیر عادلانہ تفاوت اور طبقاتی کشمکش کو ہوا دے اور جس کے نتیجے میں احساس کمتری پیدا ہو تو اس کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ اس کے لیے تشریعی دائرے میں جائز قرار پانے والے امور کو ترک کرنا نہ صرف تمدنی تقاضا ہوتا ہے بلکہ وہ شریعت کی نظر میں امر مطلوب تصور ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے تاثرات کی گئی جہات تھیں، مثلاً خوشی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی جو دمک ہوتی تھی، اس میں ایک روشنی محسوس ہوتی تھی اور صحابہ کرام اس کو باقاعدہ نوٹ کرتے تھے، جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے مشورہ طلب کیا تو کئی صحابہ کرام اپنی رائے دی اس موقع پر حضرت مقداد بن اسودؓ نے یہ گفتگو کی:

کہ اللہ کے رسول ﷺ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا تھا کہ "آپ اور آپ کا رب جائیں اور لڑیں ہم تو بیٹھے ہوئے ہیں" بلکہ اس کے برعکس ہم آپ کے دائیں طرف بھی لڑیں گے، بائیں طرف بھی لڑیں گے، سامنے سے بھی لڑیں گے، پیچھے سے بھی لڑیں گے، یہ جملے جب رسول اللہ ﷺ نے سُنے تو تو اپ کو نہ صرف مسرت ہوئی بلکہ حدیث کے الفاظ ہیں: اَشرق وَجھہُ (9) یعنی چہرہ مبارک اتنا دمکا جیسا کہ سورج طلوع ہو گیا ہو۔

اس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ صحابہ کرام مزاج شناس رسول تھے چنانچہ رسول اللہ کا ﷺ اس وقت جو منشا تھا اس کو حضرت مقدادؓ نے سمجھ لیا کہ اس وقت آپ ﷺ کیا بات سننا چاہتے ہیں؟ اور کس سے سننا چاہتے ہیں؟

اسی طرح رخ انور کے دیگر تاثرات کا ذکر احادیث مبارکہ میں اتا ہے مثلاً جب بادل چھا جاتے تھے یا کوئی تیز ہوا چلتی تھی تو آپ ﷺ کے اندر کی بے چینی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ہویدا ہوتی تھی اور آپ کی حرکات و سکنات سے بھی واضح ہوتی جس کو "اقبال و ادبار" اور آنے جانے کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا اور جب بارش ہو جاتی تو آپ اس سے خوش ہوتے اور چہرہ بالکل نکھر جاتا تھا۔ صحابہ کرام کو جب آپ ﷺ کی کوئی کیفیت سمجھ نہیں آتی تھی تو وہ اپ سے اس کی وجہ پوچھتے تھے تو اس موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے آپ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول جب لوگ بادل دیکھتے ہیں تو اس امید میں خوش ہوتے ہیں کہ اس میں بارش ہو گی اور میں نے محسوس کیا کہ جب اپ اسے دیکھتے ہیں تو چہرے پر تفکر کے اثار ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! مجھے اس میں عذاب ہونے سے سے کیا چیز اطمینان دے سکتی

ہے، اللہ نے ایک قوم کو آندھی کا عذاب دیا تھا اور اس قوم نے جب دیکھا تھا تو کہا تھا یہ کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے (10) قران حکیم میں قومِ عاد کے عذاب کی صورت حال اسی طرح ذکر کی:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (11)

(جب انھوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنی بستیوں کی طرف آتے دیکھا تو انھوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔)

تو انہوں نے بادل دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ بارش ہونے والی ہے لیکن اس کے اندر توان کو تباہ کرنے والا اللہ کا عذاب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس امر کی رہنمائی کرتا ہے کہ جب کوئی غیر معمولی صورتحال درپیش ہو تو اس موقع پر انسان کو کسی بھی طور پر غفلت میں نہیں رہنا چاہئے کہ غفلت کے زندگی انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ تو موسم کے تغیر و تبدل پر فکر مندی کے ساتھ نظر رکھنا ضروری ہے کہ موسم میں کیا تبدیلی آرہی ہے۔ اس کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں اور اس کا کیا ممکنہ نقصان ہو سکتا ہے، واضح رہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اپنی ذات کا کوئی تفکر نہیں تھا بلکہ یہ آپ کا تفکر امت کے لیے تھا کہ عذاب الہی، گزشتہ اُمتوں پر آتا رہا ہے اس لئے امت کے لیے آپ کی فکر مندی تھی کہ کہیں اس کے نتیجے میں ان کا کوئی نقصان نہ ہو جائے۔

عام طور پر تو آپ ﷺ کا چہرہ بڑا شگفتہ ہوتا تھا، آپ سے زیادہ کسی کو حالت تبسم میں نہیں دیکھا گیا (12) لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیگر کیفیات بھی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر وارد ہوئی ہیں اور احادیث میں اس حوالے سے مختلف الفاظ روایت ہوئے ہیں جیسے تَغَيَّرَ لَوْنُهُ (13) (آپ کا رنگ بدل گیا) تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰہِ (14) (رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور پر رنگ آئے) تَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰہِ (15) (رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر زردی کی کیفیت نمودار ہوئی) اِحْمَرَّ وَجْهُهُ (16) (آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا) فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ (17) (آپ کے چہرے میں غصہ محسوس کیا گیا)

مثلاً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے معروف حدیث ہے کہ انہوں نے فاطمہ مخزومیہ کے لیے حد میں تخفیف کی سفارش کی تو حدیث میں ذکر ہے تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (18) یعنی رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر کئی رنگ آئے، اس میں ایک رنگ غصہ کا بھی ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا امت کے ساتھ جو تعلق ہے، اس لحاظ سے اس میں فکر مندی کا بھی ایک رنگ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی حد کا اجراء کرتے وقت خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ حد کا اجراء تو آپ ﷺ نے قانون الہی کے تقاضے کے تحت کیا تھا۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوری کا ارتکاب کیا تھا اس کے خلاف گواہی پیش ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جب ہاتھ کٹا تو آپ کے چہرے کو دیکھا کہ گویا اس پر پرچھائیاں ہیں (کأنما سفي فيه الرماد) تو ایک شخص نے پوچھا کہ اللہ کے رسول آپ پر اس کا کاٹنا گراں گزرا تو آپ نے فرمایا مجھے کیا مانع ہے, تم اپنے بھائی کے

خلاف شیطان کے مددگار بنے ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ اس کو چھوڑ دیتے تو فرمایا تم لوگوں نے میرے پاس آنے سے پہلے اس کو کیوں نہ معاف کر دیا، امام کے پاس جب حد کا معاملہ پہنچ جاتا ہے تو اس کے لیے اس سے معطل کرنا مناسب نہیں ہوتا(19)

زیر نظر موضوع سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی کے ایک واقعے کا ذکر یہاں مناسب ہوگا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی بہت تعریف کرتے، ایک دن مجھے غیرت آگئی تو میں نے کہا آپ ﷺ اس خاتون کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے دانت بھی نہیں تھے، اللہ تعالی نے آپ کو ان کے بدلے ان سے بہتر عطا کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر اتنا شدید تغیر آیا کہ حضرت عائشہؓ کے بقول ایسا تغیر یا تو ہم نے اس وقت دیکھتے جب آپ پر وحی آرہی ہوتی تھی یا ایسا تغیر اس وقت ہوتا تھا جب کوئی بادل یا آندھی وغیرہ آتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ اللہ نے مجھے اس سے بہتر نہیں عطا کیا، وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے میرا انکار کیا، انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے، انہوں نے اپنے مال سے میری مواسات (دل جوئی) کی جب لوگوں نے مجھے محروم کرنے کی کوشش کی اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد سے عطا کی جبکہ دیگر ازواج سے نہیں دی(20) اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے معافی کی درخواست کی اور کہا کہ اج کے دن کے بعد آپ مجھ سے حضرت خدیجہ کا ذکر ایسے الفاظ میں نہیں سنیں گے جو آپ کو ناگوار ہو۔ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا ہے جو ظاہراًان کے خلاف ہے مگر اس سے یہ بات اشکار ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور امہات المومنین نے احادیث بیان کرنے میں کس قدر سچائی اور حقیقت پسندی کا کا مظاہرہ کیا۔ وہ اس کو اپنا اور حضور ﷺ کا ذاتی معاملہ قرار دے کر اس کا تذکرہ تک نہ کر سکتی تھیں مگر انہوں نے اس کو امت کی رہنمائی کے لئے من و عن بیان کر دیا۔ اس سے حضور ﷺ کی ازواج کی عظمت کے اندازہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ خواتین و حضرات نے اسی سطح کی زندگی بسر کی کہ جس طرح کا ایک معمول کا انسانی معاشرہ ہوتا ہے۔ ان کی ایسی معاشرت نہیں تھی کہ ان کے اندر سے تمام انسانی جذبات ختم ہو گئے ہوں یا وہ کوئی روبوٹ بن گئے تھے بلکہ تمام انسانی حالات و جذبات ان میں موجود تھے تاہم ان کی درست خطوط پر تربیت کی گئی تھی اسی لئے عہد نبوی کا معاشرہ امت مسلمہ کے لئے نمونہ ہے۔ اور اگر یہ تعبیر اختیار کی جائے کہ صحابہ کرام و صحابیات کی ایسی تربیت ہو گئی تھی کہ انسانی جذبات بھی ان کے اندر سے ختم ہو گئے تھے تو ایسی صورت میں ان کی زندگیوں میں انسانی معاشروں کے لیے رہنمائی کا کوئی سامان نہیں ہوگا کیونکہ ایسی تربیت فی زمانہ تو ممکن نہیں۔

موضوع کی تناظر میں رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی کی مناسبت سے ایک اور واقعے کا ذکر بھی موزوں ہوگا۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنی ایک زوجہ ماجدہ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا) کے گھر میں تھے ایک اور زوجہ محترمہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا) کی طرف سے آپ کے پاس کھانے کا ایک پیالہ بھیجا گیا تو وہ زوجہ مطہرہ جن کے گھر میں آپ تھے، انہوں نے آنے والے خادم کے ہاتھ پر مار دیا تو پیالہ گر کر ٹوٹ گیا، رسول اللہ ﷺ نے پیالہ کے ٹکڑے اکٹھے کر کے اس میں کھانا سمیٹا اور فرمایا تمہاری ماں کو غیرت آگئی اور دستر خوان پر موجود لوگوں سے فرمایا کہ کھانا کھاؤ اور اس موقع پر حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر کوئی شکن تک نہیں ائی حالانکہ بظاہر ناگوار صورت حال پیش آگئی تھی کہ جو کھانا آیا تھا وہ گر گیا اور پیالہ ٹوٹ گیا بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ تم کھانا کھاؤ، لوگوں نے کھایا، پھر حضرت عائشہ کے گھر سے صحیح و سالم پیالہ لے کر قاصد کو عنایت کر دیا تاکہ وہ اسے متعلقہ گھر پہنچانے اور ٹوٹا ہوا پیالہ وہیں رکھ چھوڑا جہاں ٹوٹا تھا(21) اس موقع پر حضرت عائشہؓ کا طرز عمل اس لحاظ سے قابل فہم ہے کہ ایک زوجہ کے گھر میں اگر دوسری زوجہ کے گھر سے شوہر کے لئے کھانا آرہا ہے تو ظاہر ہے کہ ناگواری تو ہوگی۔ ازواج مطہرات کے باہم تعلق میں کسی حد تک سوکنوں کے رویوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ صورت حال اس امر کو سیکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کس طرح کی عملی زندگی بسر کی اور یوں جن لوگوں کے ایک سے زائد نکاح ہوں ان کے لئے رہنمائی دے دی گئی کہ اس قسم کے معاملات پر الجھنے کی بجائے ان کو تحمل کے ساتھ انسانی بنیادوں پر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں نہ توڈانٹ ڈپٹ کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ہی اس میں کسی کو مورد الزام ٹھہرانے کی۔ تاہم جو قابل اصلاح امر ہے اس کی ضرور رہنمائی دی گئی کہ جب کسی کے ہاتھ سے دوسرے کی چیز کا نقصان ہو جائے تو مساوی بنیادوں پر اس کا ازالہ کیا جائے گا۔

گویا عہد نبوی میں صحابہ کرام درپیش واقعات اور معاملات میں رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے تاثرات سے بھی رہنمائی لیتے تھے اور پھر بلا کم وکاست اپنی روایات خود بیان کرتے تھے یعنی انہوں نے اپنے کسی معاملے کو خاندانی معاملہ جان کر اپنے آپ تک محدود نہیں رکھا اور یہ بھی واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن ازواج کا انتخاب کیا انہوں نے امت کی کمال رہنمائی کی اور آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ امت سے مخفی نہیں رکھا۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ سے غیر ضروری سوالات کیے گئے تو آپ کو ناگوار گزرا لیکن اس کے باوجود جب اس طرح کے زیادہ سوالات ہوئے تو آپ نے فرمادیا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو، اب ایک صاحب کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ میرا باپ کون ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے ؟ فرمایا تمہارا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر آپ کی چہرے میں پر پڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہرے پر غصے کے تاثرات دیکھے تو فوراً انہوں نے کہا"اِنا نَتُوبُ

اِلَی اللہ عزوجل "(22)(ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں)یعنی اس امر پر اظہار توبہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی چہرے پر ناگواری پر توجہ دینے بغیر آپ سے غیر ضروری سوالات کیے گئے جن کا تعلق انسان کے ماضی کے خاص ذاتی معاملات سے ہے جبکہ زمانہ جاہلیت کے حوالے سے کئی معاملات کو نظرانداز کرنا بھی ضروری تھا۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کے تاثرات کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے ذریعے تربیت کے نقطہ نظر سے امت کی رہنمائی کی گئی اور کچھ مواقع پر ان کے ذریعے قانونی رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ امر بحث طلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے تاثرات پر مبنی احادیث کو حدیث فعلی کا حصہ تسلیم کیا جائے یا اس کو اس طرح مستقل قسم قرار دیا جائے کہ جس طرح کسی عمل پر آپ کے سکوت کو جو آپ کا ارادی فعل ہے، مستقل حیثیت دی گئی، اگرچہ تاثرات پر مبنی احادیث کو حدیث وصفی میں شمار کیا جاتا ہے لیکن حدیث وصفی میں بالعموم دو طرح کے امور ذکر کیے جاتے ہیں، یعنی وہ اخلاقی اوصاف جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں اور وہ پیدائشی صفات جن میں آپ جسمانی طور پر ظاہر ہوئے، لیکن تاثرات نبوی کے اوصاف کو تیسری قسم کے طور پر زیر بحث لایا جانا اپنے اندر مستقل اہمیت رکھتا ہے۔

References

(1)الجامع المسند الصحیح للإمام محمد بن اسماعیل البخاري(م256ھ)،کتاب المناقب، باب صفة النبي صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر 3552

(2)القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ آیۃ نمبر 144

(3)أحمد بن علي بن عبد القادر، أبو العباس الحسیني العبیدي، تقي الدین المقریزي(م845ھ)،إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدۃ والمتاع، دار الکتب العلمیة 1999ء ج14، ص335- أیضا، عبد السلام مقبل المجبري، إذھاب الحزن وشفاء الصدر السقیم، دار الإیمان القاھرۃ، ص131

(4)عبد الملک بن ھشام الحمیري(م218ھ)السیرۃ النبویة،مکتبة مصطفی البابي الحلبي وأولادہ بمصر 1955ء ج1،ص276

(5)الجامع المسند الصحیح للإمام البخاري، کتاب الجمعة، باب سؤال الناس الإمام إذا قحطوا، حدیث نمبر 1009

(6)الحافظ جلال الدین عبد الرحمن السیوطي(م911ھ)الخصائص الکبری،دار الکتب العلمیة بیروت ج1،ص146

(7)الجامع للإمام محمد بن عیسی الترمذي(م279ھ)، من أبواب صفة القیامة والرقائق والورع، حدیث نمبر 2485

(8)السنن للإمام أبي داود سلیمان بن أشعث السجستاني(م275ھ)، باب ما جاء في البناء، حدیث نمبر 5237

(9)المسند للإمام أحمد بن محمد بن حنبل (م241ھ) مسند عبد اللہ ابن مسعود، حدیث نمبر 3698، الجامع الصحیح للإمام البخاري، کتاب المغازي، باب قول اللہ تعالی إذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم، حدیث نمبر 3952، أیضا، کتاب تفسیر القرآن باب قول اللہ فاذھب أنت وربک، حدیث نمبر 4609

(10) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري (م 261ھ) كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، حديث نمبر 899
(11) القرآن الحكيم، سورة الأحقاف آية نمبر 24
(12) الجامع لِلإمام الترمذي، أبواب المناقب، باب في بشاشة النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر 3641
(13) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، حديث نمبر 899
(14) الجامع الصحيح لِلإمام البخاري، باب من كتاب المغازي حديث نمبر 4304
(15) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمر حديث نمبر 1017
(16) الجامع الصحيح لِلإمام البخاري، كتاب الاستئذان، باب إذا كانوا أكثر من ثلاثة، حديث نمبر 6291
(17) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري، كتاب الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النساء وتخييرهن، حديث نمبر 1479
(18) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري، كتاب صلاة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر، حديث نمبر 899
(19) المصنف لِلإمام أبي بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (م 211ھ)، باب النفي، المكتبة الإسلامي، بيروت حديث نمبر 13318
(20) المسند لِلإمام أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق، حديث نمبر 25210، وحديث نمبر 24864، أيضا، المعجم الكبير لِلإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (م 360ھ)، مكتبة ابن تيمية، القاهرة ج 23، ص 11
(21) الجامع الصحيح لِلإمام البخاري، كتاب ا لنكاح، باب الغيرة، حديث نمبر 5225، وكتاب المظالم والغصب، باب إذا كسر قصعة أو شيئا لغيره، حديث نمبر 2481، السنن الكبرى لِلإمام أحمد بن شعيب النسائي (م 303ھ) كتاب عشرة النساء، باب الغيرة، حديث نمبر 8854
(22) الجامع الصحيح لِلإمام مسلم بن حجاج القشيري، كتاب الفضائل، باب توقيره صلى الله عليه وسلم وترك إكثار سواله حديث نمبر 2360